Shahzadaa

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۸۲۷

عام چندہ سالانہ پیشگی چار روپے (للعہ)

ہر جمعہ کو بوقت انگریزی ماہ کی ۶-۱۳-۲۰-۲۷ تاریخوں کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر محمد قاسم علی

جلد (۱۰) مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء مطابق ۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۳ھ نمبر (۱۵)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔ (۲) حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اور تمام خاندان حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور حضرت نواب صاحب قبلہ مع متعلقین بفضلہ تعالیٰ ہر نوع خیر و عافیت سے ہیں۔ فللہ الحمد (۳) امرتسر میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس ۱۹ جولائی سے منعقد ہوئی ہے جسمیں سکرٹری کانفرنس کیطرف سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ حضور نے حضرت مفتی صاحب قبلہ و خانصاحب ذوالفقار علی خانصاحب و مولوی شیخ عبدالرحمن صاحب مصری و مکرمی حافظ روشن علی صاحب و مکرمی چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے و مولوی سید سرور شاہ صاحب وغیرہ سات احباب احمدیہ جماعت کے نمایندے بنا کر شمولیت کانفرنس کے لئے روانہ فرمائے۔ دیوبندی و امرتسری وغیرہ علماء سوء نے اشتہارات شائع کئے کہ احمدی فرقہ کو اگر کانفرنس میں شامل کیا گیا۔ تو ہم لوگ شامل نہ ہوں گے۔ چنانچہ احمدی شامل ہوئے مگر جمعیۃ العلماء دیوبندی و امرتسری شامل نہ ہوئے۔ صرف مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسر سے شامل ہوئے۔ حضرت صاحب نے تمام تجاویز متعلقہ خود قلمبند فرما کر طبع کرا کر اس موقعہ پر تقسیم کرائیں۔ اور کانفرنس میں پیش کیں۔

اس وقت کانفرنس میں یہ تنازعہ پیدا ہو رہا ہے۔ کہ اس کا اہتمام و انتظام خلافت کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ خلافت کمیٹی کو توڑ دیا جائے۔ اسکا فیصلہ آج ۱۹ جولائی کو ہوگا۔ اسکے بعد اصلی پروگرام کانفرنس زیر بحث آئیگا۔ ہمارے تمام احباب ابھی امرتسر ہی ہیں۔ (۴) امسال ہمارے احمدی طلباء میں سے دس دوستوں نے ایل ایل بی (وکالت) کا امتحان دیا ہے۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ ان سب کو امتحان میں کامیاب کرے۔ آمین۔ ابھی نتیجہ نہیں نکلا۔

عریضہ بحضور خلیفہؓ

شاہا! منم کہ بعد ہزار آرزوئے دل — بختم نمودہ سوئے جنابت تو رہبری

دست مرا بگیر کہ دستم ز کار رفت — در بحر رنج بسکہ نمودم شناوری

دارم خیال آنکہ دماغ امید من — از عطر التفات تو باید معطری

آں چشم دار کز نظر بندہ پروری — از عین التفات بریں بندہ بنگری

(قاسم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اقتباسات

شیطان اور مولوی

"حضرت مولانا مرتضےٰ حسن نے فرمایا۔ کہ شیطان انواع و اقسام کی فریب کاریوں سے انسان کو بہکاتا ہے۔ عوام کو تو وہ بغیر کسی تکلیف کے فریب دیکر انہیں شراب۔ جوا۔ زنا وغیرہ کے ارتکاب پر رضامند کر لیتا ہے۔ مگر مولویوں کے پاس آکر اُسے ذرا مستعدی اور عیاری سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر وہ کسی مولوی سے چھٹتے ہی یہ کہے۔ کہ حضرت مے نوشی یا رنڈی بازی کیجئے۔ تو یقیناً مولوی صاحب کو اس حکم کی یک بیک تعمیل میں تامل ہوگا۔ لہذا وہ سب سے پہلے انہیں داڑھی پھیلانے کی تلقین کرتا ہے۔ پھر شیطانی تعلیم کے ماتحت ہر ایک گناہ کے ارتکاب کے وقت مولوی صاحب داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہہ لیتے ہیں۔ کہ جب تو ہے تو کیا غم ہے"

(زمیندار)

"اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ داڑھی پھیلانا مولوی صاحب کے نزدیک شیطانی کام ہے۔ مولوی مرتضےٰ حسن صاحب کی صاف گوئی پر انہیں داد دیتے ہیں۔ کہ ان الفاظ میں انہوں نے اس اندرونی کیفیت کا ہو بہو فوٹو کھینچکر رکھ دیا ہے۔ جو ان کی اور ان کے ہم مشرب مولویوں کی ریش دراز کے نیچے پنہاں ہے۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ ان الفاظ کے منہ سے نکالتے وقت مولوی صاحب نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر کہا ہوگا۔ کہ

"جب تو ہے تو کیا غم ہے"

فی الحقیقت ان لمبی داڑھیوں کو اگر تھوڑی دیر کے لئے صاف کر دیا جائے تو ان مقدس صورتوں کے نیچے سے ایسی ایسی ہوش ربا شیطنتوں کا اظہار ہو۔ کہ خود مولوی مرتضےٰ حسن تبھی حواس باختہ ہو جائیں" (پیغام صلح)

"ستیارتھ پرکاش میں کل لوُلے۔ لنگڑے ۳۶ وید منتر ہیں" پر تو وید منتروں کے حق میں ایسی بدزبانی کس کی زبان سے ہوتی ہے؟ پنڈت اکھلانند کی زبان سے کس جگہ؟ سناتن دھرم کانفرنس دھنی پوٹھوہار کے سالانہ جلسہ پر۔ کوئی گواہ؟ راولپنڈی کا سناتنی "سدرشن چکر" (پرکاش)

اہلحدیث کی حالت زار

اہلحدیث اخبار کا ایک میواتی نامہ نگار اپنے فرقہ کی حالت زار کا اہلحدیث مورخہ ۱۷ر جولائی ۲۵ء میں اسطرح بیان کرتا ہے۔

"حضرات! فی الحال جو بھی مسلمانوں کی زبوں تر حالت ہو رہی ہے وہ آپ صاحبان پر مخفی نہیں۔ دن بدن یہ حالت ترقی پذیر ہے اور کسی صورت سے کم ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ زیادہ افسوس کی بات تو یہ ہے۔ کہ کل جو خود آپس کی صلح و باہمی ملاپ کا دم بھرتے ہوئے قرآن و حدیث کی طرف مائل ہوئے تھے آج ان کی کشتی بھی متزلزل صورت میں نظر آرہی ہے اور وہ بھی آپس میں انشقاق کی باد سموم کو چلا رہے ہیں۔

موجب رنج و افسوس تو یہ امر ہے کہ جماعت (اہلحدیث) بھی انشقاق کی گندی خلیج کا پانی پیئے بغیر نہ رہی۔ اور آخر پی ہی لیا۔

میں بڑے دردناک الفاظ میں آپ حضرات کے سامنے قسمیہ عرض کروں گا۔ کہ اس ناپاک خلیج کے پانی سے بہت سے ہرے بھرے پُر بہار و بارونق گلشن اُجڑ گئے بہت سے باغیچے مرجھا گئے۔ بہت سے تیار شدہ کھیت جلکر نیست و نابود ہو گئے۔ جن کا دوبارہ سرسبز ہونا دکھائی نہیں دیتا۔

وقت کی نزاکت اجازت نہیں دیتی ورنہ آپ صاحبان کو ان گلشنوں کے نام بنام حالات سُناتا جو کل آپ حضرات نے بڑی بڑی مشقتوں اور تکالیف سے بلکہ اپنے خونوں سے سینچ سینچ کر پرورش کئے تھے۔ اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے اُجڑ رہے ہیں۔ خزاں کی ہوائیں ان پر منڈلا رہی ہیں۔ لیکن تمہارے بالوں پر جُوں تک نہیں رینگتی۔

میں اپنے بھائیوں سے نہایت مؤدبانہ عرض پرداز ہوں۔ کہ اپنے اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈالکر اور خوب دیکھ بھال کر کے بتاؤ" تمہاری یہ حالت کیوں ہو گئی؟" اگر آپ حضرات کو ناگوار نہ ہو تو میں ہی بتلا دوں۔

سُنو! جن مالیوں نے کل اس چمن کو آباد کیا تھا۔ آج وہی مالی اس چمن کے برباد ہونے کا سبب ہو رہے ہیں۔ یعنی حضرات علماء کرام۔

یہی کل دین کو جگانیوالے اور دین کی اشاعت کرنیوالے تھے۔ لیکن آج یہی اس کو بگاڑ رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان حضرات کے اندر بغیا بینھم کا موسمی بخار پھیل گیا۔ اور ضد ہٹ دھرمی کی ہولناک پلیگ ان میں بکثرت پھیل گئی۔ بلکہ قرآن پاک نے علماء یہود اور دین مسیح کے تباہ ہونے کا اک یہی سبب بتایا ہے۔ کہ ان کو ضد۔ ہٹ دھرمی کی باد سموم نے بالکل نیست و نابود کر دیا۔ جس کی وجہ سے اخترنا هم على العالمين ہو کر جعل منهم القردة والخنازير کے درجہ کو پہنچ گئے۔

افسوس صد افسوس کہ اس بیماری نے آج پھر سر اوٹھایا"

اختلاف آراء مانع مؤدت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحابہ کرام تابعین کتنے ہی مسائل میں باختلاف آراء مختلف تھے۔ دلیل پاکر اپنے مخالف کو محبت و آشنائی سے نوازتے تھے۔ برخلاف ہمارے کہ جو مسئلہ زبان سے نکل گیا۔ یا جو فتویٰ قلم سے سیاہ ہو گیا۔ بس وہ کالوحی من السماء ہو گیا ہے۔ خواہ احادیث دکھلائے آیات سنائے

(اہلحدیث)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاروق

قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۲۵ء

کمیونی کیشن

مندرجہ ذیل مضمون وضو کی فلاسفی میں میرے عزیز مکرم چودہری شاہ نواز خان صاحب اسسٹنٹ سرجن نے نہایت عمدگی سے تحریر فرمایا ہے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کو خدا نے فلسفۂ شریعت پر غور کرنے اور سمجھنے کی خاص قابلیت بخشی ہے۔ اور آپ نے ناظرین فاروق کے لئے نہایت لطیف اور عمدہ سے عمدہ مضامین اسلامی شریعت اور مسائل کی حکمتوں پر رقم فرمائے ہیں۔ اور آئندہ بھی لکھکر دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو اس سے زیادہ روح القدس کی تائید عطا فرمائے اور زور قلم میں برکت بخشے امید ہے کہ ناظرین فاروق اس مضمون کو بہت دلچسپی سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

(ایڈیٹر)

وضو کی فلاسفی

(ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے)

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اور جسمانی حالت کا اثر روح قبول کرتی ہے۔ جسم اگر ڈھیلا اور سست ہو تو روح میں غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس جسم اگر چستی کی حالت میں ہو۔ تو روح بھی چستی ظاہر کرتی ہے۔ اگر انسان رونے والی شکل بنالے تو روح بھی غمگین ہو جاتی ہے۔ اور اسیطرح خوشی کی حالت کا اثر ہے۔ یہی حال صفائی کا ہے۔ ظاہری صفائی سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ جسم اگر صاف اور ستھرا ہو تو روح بھی پاکیزگی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے برخلاف جسمانی گندگی سے روح میں فاسد اور گندے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسلام کا مدعا یہ ہے۔ کہ انسانوں کو تمام اندرونی گندوں اور کدورتوں سے پاک کرے۔ اور چونکہ باطنی صفائی ظاہری پاکیزگی اور طہارت کے بغیر ناممکن تھی۔ اس لئے اسلام نے جسمانی صفائی کا بہت خیال رکھا ہے

وضو کی اصل غرض وضو کی بڑی غرض یہی ہے کہ انسان جسمانی صفائی کو ذریعہ روحانی پاکیزگی باطنی صفائی اور قلبی طہارت حاصل کرے۔ مقصود بالذات باطنی صفائی ہے اسلئے صرف ظاہری صفائی کچھ چیز نہیں۔ مگر چونکہ باطنی صفائی جسمانی صفائی کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے ظاہری صفائی کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی پھل بغیر چھلکا کے نہیں پک سکتا۔ مگر صرف چھلکا ہی کچھ چیز نہیں۔ ظاہری صفائی چھلکا کی مانند ہے۔ اور باطنی صفائی گودا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم وضو کے فوائد کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

وضو کے فوائد (۱) وضو کا ایک فائدہ تو بالکل عیاں ہے۔ کہ اس سے جسمانی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ جو باطنی صفائی اور روحانی ترقیات کے لئے ضروری ہے۔ گندہ آدمی اس فیض سے محروم رہتا ہے جسمانی صفائی کا صحت کے ساتھ اتنا گہرا تعلق ہے۔ کہ اسکے ثبوت کے لئے کسی نئے تجربہ یا مزید مشاہدہ کی ضرورت نہیں۔ اس لئے یہ عاجز جسمانی صفائی کے پہلو کو چھوڑ کر وضو کے بعض مخصوص فوائد کو لیتا ہے۔ جن سے لوگ عموماً کم واقف ہیں۔ مگر میرے نزدیک ان کی بہت اہمیت ہے۔ اسلئے انکو غور سے پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہی فوائد جو ذیل میں بیان ہونگے۔ بعد میں نواقض الوضو کی فلاسفی کے سمجھنے میں بہت مدد ہونگے۔

وضو کی باریک فلاسفی کو جاننے کی ضرورت مثلاً اس سوال کا جواب کہ ریح خارج ہونے سے وضو کیوں لازم آتا ہے۔ ہم جسمانی صفائی کے فائدہ کو مدنظر رکھ کر نہیں دے سکتے۔ کیونکہ جسم میلا تو ہوتا نہیں پھر وضو کی کیا ضرورت ہے۔ اسواسطے ہم کو وضو کے متعلق جسمانی صفائی کے علاوہ اور بہت سی باریک حکمتیں اور فوائد معلوم کرنے ہونگے۔ تاکہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دے سکیں۔

وضو میں باریک حکمتیں وضو کی تفصیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں تین مقامات کے دھونے کا حکم ہے۔ یعنے ہاتھ۔ منہ اور پاؤں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان مقامات کو دھونیکا کیوں حکم دیا گیا۔ اور سینہ اور پیٹ کو دھونے کا کیوں حکم نہیں۔

صرف ہاتھ منہ اور پاؤں کو بار بار دھونے کی حکمت معلوم رہے کہ ان تین مقامات کو بار بار دھونے میں یہ حکمت ہے۔ کہ یہ اعضاء عموماً ننگے رہتے ہیں۔ ان پر گرد و غبار پڑتا رہتا ہے۔ اور انکو ہوا اور زمین سے مختلف غلاظتیں لگتی رہتی ہیں مثلاً ہاتھ بوجہ کام کاج کرنے کے دن میں کئی دفعہ میلے ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح پاؤں بوجہ جسم کا سب سے نچلا حصہ ہونے کے بہت دفعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غلاظت آلودہ ہو جاتے ہیں۔ (میں اسوقت عام حالات کے ماتحت یہ باتیں بیان کر رہا ہوں۔ شاید کوئی شخص یہ کہدے۔ کہ ہم تو سارا دن بوٹ جرابیں پہنکر دفتر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اسلئے ہمارے پاؤں غلاظت سے محفوظ رہتے ہیں) ہوا میں مٹی کے باریک ذرات اُڑتے رہتے ہیں۔ جو دُوربین کے بغیر نظر نہیں آسکتے۔ اُن ذرات میں امراض کے جراثیم ہوتے ہیں۔ جو جسم کے ساتھ لگ کر طرح طرح کی امراض پیدا کر دیتے ہیں۔

ہاتھ صاف رکھنے کی ضرورت

ہاتھ پر اگر گرد پڑی ہوئی ہو۔ تو کھانا کھاتے وقت یہہ جراثیم پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔ ناخن کے اندر جو میل جمع رہتی ہے اس کے ذریعہ بہت سی معدہ اور امعا کی امراض لاحق ہو جاتی ہیں۔ بچوں میں کدّوں دانے چھونے وغیرہ کا یہی باعث ہے۔ کہ وہ مٹی میں کھیلتے ہیں۔ اور ناخنوں کے ذریعہ ان کیڑوں کے انڈے پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔

اسی طرح منہ کو صاف رکھنے سے کان اور آنکھ کی بہت سی امراض سے جو صرف گرد و غبار کے پڑا رہنے سے لاحق ہوتی ہیں۔ انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔

مُنہ دھونے کے فوائد

منہ دانت اور حلق کی صفائی کے فوائد ہی اظہر من الشمس ہیں۔ مسواک کے فوائد (جس کا کرنا اسلام نے لازمی رکھا ہے) اسقدر ہیں۔ کہ علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے:۔

چہرہ حواس خمسہ کا مجموعہ ہے اسلئے اس کا صاف رکھنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ حواس اپنا کام بخوبی کرتے رہیں۔ اسی واسطے منہ کو بھی ۵ دفعہ دھونے کا حکم دیا۔

ناک کو بار بار صاف کرنے کی باریک حکمت

چونکہ ناک سانس لینے کا راستہ ہے۔ اس لئے اس کے اندر باریک بال اللہ تعالیٰ نے رکھ دیئے ہیں۔ جو ہوا سے مٹی کے ذرات کو روک لیتے ہیں۔ اور یہ میل ناک کے اندر لگی رہتی ہے۔ دن میں پانچ دفعہ ناک کو صاف کرنے سے یہ راستہ کھُلا رہتا ہے۔ اور سوراخ بند نہیں ہوتے۔ اب بتاؤ اگر شریعت اس کو مذہبی فرض قرار نہ دیتی۔ تو کون دن میں پانچ دفعہ ناک صاف کرنے کی طرف متوجہ ہوتا۔ یقیناً بہت کم لوگ ایسا کرتے۔ کیونکہ بہتوں کو اس بات کا علم بھی نہ ہوتا کہ ناک میں سانس کی ہوا سے مٹی جمع ہو جاتی ہے۔

سونے سے پہلے پاؤں دھونے کی ضرورت

پاؤں چونکہ جسم کا سب سے نچلا حصّہ ہیں۔ اس لئے ان کو میل جلدی لگتی ہے۔ ان کا صاف رکھنا بھی ضروری ہے۔ خاصکر شام کی سیر کے بعد غور کرو۔ کہ اگر عشاء کی نماز کے لئے وضو کا حکم نہ ہوتا تو کوئی شخص باالتزام سونے سے پہلے پاؤں صاف نہ کرتا۔ مگر شریعت نے اسکو مذہبی فرض رکھ کر مسلمانوں کو بہت بڑا راز جسمانی صفائی کا بتا دیا ہے۔ مٹی اگر ساری رات پاؤں کو لگی رہے۔ تو اس سے بہت سی امراض لگ جانے کا اندیشہ ہے۔

وضو سے حواس خمسہ صاف رہتے ہیں

جلد کے رستہ بہت سے فضلات جسم سے نکلتے رہتے ہیں۔ کچھ تو پسینہ کی شکل میں اور کچھ دیگر لیس دار جلدی رطوبتوں اور بالوں کی جڑوں کے رستہ سے۔ جلد کو صاف رکھنے اور مسامات کو کھُلا رکھنے کے لئے جسم کو بار بار دھونا لازمی ہے۔ مگر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ صرف ہاتھ منہ اور پاؤں کو کیوں بار بار دھونیکا حکم دیا۔

جسم کے مختلف مقامات پر مسامات کی تعداد کم و بیش ہے۔ جس مقام پہ بال زیادہ ہیں۔ وہاں پسینہ والی غدود کم ہیں۔ کیونکہ بالوں والے مقامات سے فضلات بخوبی خارج نہیں ہو سکتے۔

ہاتھ اور پاؤں کا بار بار دھونا کیوں ضروری ہے

جسم کے سب مقامات پہ بال کم و بیش پائے جاتے ہیں مگر ہاتھ کی ہتھیلی اور پاؤں کے تلوؤں پر بال بالکل نہیں ہوتے۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ اگر ہاتھ کی ہتھیلی اور پاؤں کے تلوؤں پر بال ہوتے تو کام کاج میں سخت دِقت واقع ہو جاتی۔ بالوں کا کام جسم کے نازک مقامات کی حفاظت ہے۔ نیچر نے اس مقام کی حفاظت کا کام چربی سے لیا ہے۔ چنانچہ ہاتھ کی ہتھیلی اور پاؤں کے تلوؤں میں چربی زیادہ ہوتی ہے۔ اسلئے جسم کے دیگر مقامات کی نسبت جہاں کچھ نہ کچھ بال ضرور ہوتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں کے رستہ جہاں بال بالکل نہیں۔ فضلات بآسانی خارج ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان دو مقامات پر پسینہ زیادہ آتا ہے۔ شاید کسی کو شک گذرے اور یہ خیال ہو کہ پسینہ تو بغلوں اور ٹانگوں پر زیادہ آتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ درحقیقت پسینہ ان مقامات پر جو کپڑوں سے ڈھکے ہوئے ہوں۔ کم آتا ہے مگر چونکہ وہ بند ہونے کے باعث بخارات بنکر اُڑ نہیں سکتا۔ اسلئے وہ قطروں کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے۔

پس خوب یاد رکھو کہ ہاتھ اور پاؤں کو پسینہ زیادہ آتا ہے۔ مگر ظاہر اس لئے نہیں ہوتا۔ کہ وہ جمع نہیں ہونے پاتا۔ کیونکہ یہ اعضاء عموماً ننگے رہتے ہیں۔ اور ان پہ بال بھی نہیں ہیں۔ اسلئے کھلی ہوا کے لگنے سے پسینہ ساتھ ساتھ عمل تبخیر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ذریعہ ہوا میں ملتا رہتا ہے۔ کوئی صاحب اگر تجربہ کرنا چاہیں۔ تو گرمی کے موسم میں چند گھنٹوں کے لئے اپنے ہاتھ اور پاؤں کو دستانہ یا جراب سے لپیٹ کر رکھیں۔ اور پھر ان پر میری بات کی صداقت واضح ہو جائے گی۔

پس معلوم ہوا۔ کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر مقامات میں جو عادتاً ننگے رہتے ہیں۔ پسینہ زیادہ آتا ہے پسینہ ایک زہریلی رطوبت ہے۔ اور جب اس میں سے پانی اڑ جاتا ہے۔ تو زہریلے مادے مسامات میں اٹکے رہتے ہیں۔ ان مسامات کو کھلا رکھنے اور زہریلے مادوں کو دور کرنے کے لئے جسم کے ان مقامات کو بار بار دھونا لازمی ہے۔ جن سے فضلات زیادہ خارج ہوتے ہیں۔ (اور وہ مقام ہاتھ منہ اور پاؤں ہیں)

گوروں کے پاؤں کیحالت

فیلڈ سروس پر گوروں کے پاؤں کا ملاحظہ کرو۔ تنگ بوٹ اور گرم جرابوں کیوجہ سے پسینہ اور بدبودار غلاظتیں جمع ہو کر سخت تعفن پیدا کر دیتی ہیں۔ ناخن گلنے لگتے ہیں۔ اور جلد نازک ہو جاتی ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ بوجہ کام کی کثرت کے انکو ایک لمبے عرصہ کے لئے پاؤں دھونے نصیب نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ صحت کے قیام کے لئے ہاتھ پاؤں کا بار بار دھونا اور صاف رکھنا لازمی ہے۔

یونانیوں کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ جسم کے فضلات اطراف سے خارج ہوتے ہیں۔ غالباً ان کا وہی مطلب ہے۔ جو عاجز نے اوپر بیان کیا ہے۔

دکھوترا کا علاج

قطرہ قطرہ بار بار پیشاب آنے کا (جس کو پنجابی میں دکھوترا کہتے ہیں) یہ ایک مجرب علاج ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کے ناخنوں پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے۔ اسوقت یہ بحث نہیں۔ کہ آیا یہ اعتقادی علاج ہے۔ یا ان اعضاء کا دماغ اور اعصاب کے ساتھ کوئی باریک تعلق ہے۔ جس سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ گو میں اسوقت اس کے لئے کوئی طبی دلیل نہیں دے سکتا۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

صحت کا ایک سنہری اصول

صحت کے اصولوں میں سے ایک بہت بڑا اصول یہ ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں کو گرم رکھو۔ سر کو ٹھنڈا رکھو۔ اور پیٹ کو نرم رکھو۔ پھر کسی ڈاکٹر یا طبیب کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ پنجابی میں اس کو کسی صاحب نے منظوم کیا ہے ؎

"ہتھ پیر گرم ڈھڈ نرم۔ سر ٹھنڈا
آوے ڈاکٹر تے سر وچ مار ڈنڈا"

طبی شہادت سے استدلال

ہاتھ اور پاؤں پر بار بار ٹھنڈا پانی ڈالنے سے خون کا دورہ ان اعضاء میں تیز ہو جاتا ہے۔ اور سر میں خون کا جوش کم ہو جاتا ہے۔ جس سے سر ٹھنڈا رہتا ہے۔ اور صحت درست رہتی ہے۔ گرمی کے موسم میں ان اعضاء پر پانی ڈالنا حرارت عزیزی کو کم کرتا ہے۔ جو فرحت کا باعث ہوتا ہے۔ شدید بخاروں میں ہتھیلیوں اور تلوں کی مالش (پاشویہ) ہزیان کو دور کرنیکا ایک عجیب علاج ہے۔ یہ سب امور وضو میں ہاتھ پاؤں کو بار بار دھونے کی حکمت پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمنے وضو کی حکمتوں کا اُسدن عینی مشاہدہ کیا جب آندھی زور سے چل رہی تھی۔ اور ہاتھ پاؤں۔ ناک اور منہ سب خاک آلودہ تھے۔ یا جس دن خوب گرمی تھی۔ اور جسم پسینہ سے تر تھا اور طبیعت بے چین تھی۔

وضو کا دماغ اور اعصاب پر اثر

چہرہ ہاتھ اور پاؤں کے اعصاب کا دماغ کیساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ (جس کا ثبوت آگے چلکر ملیگا) اسواسطے ان اعضاء پر پانی ڈالنے سے یعنے وضو کرنے سے اعصاب اور دماغ کو طاقت ملتی ہے۔ دماغ فرحت محسوس کرتا ہے۔ اعصابی ضعف۔ سستی۔ غفلت اور کسل کو دور کرتا ہے۔ نیند کا غلبہ اور تکان دور کر دیتا ہے۔ جسم میں چستی پیدا کر دیتا ہے۔ غافل کو ہوشیار کر دیتا ہے۔ سوتے کو خبردار کر دیتا ہے۔ نفس کو آرام طلبی سے روکتا ہے۔ چنانچہ سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا نفس کو سیدھا کرنیکا ایک عجیب ہتھیار ہے۔ اسلئے سردیوں کی نمازیں بہت سے سست الوجود کاہل اور پست ہمت مسلمانوں کو مشقت کا عادی اور جفاکش بنا دیتی ہیں۔ اور غفلت اور سستی کو پاس نہیں پھٹکنے دیتیں۔

یہ بے ہوشی کا بھی علاج ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ غشی کی حالت میں منہ پر پانی کا چھینٹا دیا جاتا ہے۔ جس سے ہوش آ جاتی ہے اسیطرح پاؤں کے تلوؤں کو پلستر لگانا (آبلہ پیدا کرنا) بھی بے ہوشی کا ایک علاج ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان مقامات کا دماغ کے ساتھ کوئی خاص اعصابی تعلق ہے۔

وضو کا ایک لطیف فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ قلب میں نشاط کی حالت پیدا کرتا ہے۔ (اس امر کا ثبوت مشاہدہ سے ملتا ہے)

علم النفس کی رُو سے وضو کی حکمت

وضو میں ایک بہت بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے نماز میں توجہ قائم ہو جاتی ہے۔ انسان اپنے خیالات اور جذبات کو مختلف ذرائع سے دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ ان میں سے ایک سلسلہ اعصاب کا بھی ہے۔ اعصاب کے ذریعہ سے انسان اپنے خیالات اور جذبات کا اثر دوسری چیزوں پر ڈالتا ہے۔ اس کے علاوہ آواز۔ نظر۔ پھونک وغیرہ بھی اثر ڈالنے کے مختلف راستے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اعصاب کے ذریعہ خیالات نکلتے ہیں۔ اور پراگندہ بھی ہوتے ہیں۔ اسلئے انکو قابو میں رکھنا ضروری ہے۔

وضو پراگندہ خیالات کو روکتا اور توجہ کو نماز میں قائم کرتا ہے

یہ مسلمہ امر ہے کہ خیالات کے اظہار کے مختلف مرکز ہاتھ۔ منہ اور پاؤں ہیں۔ اور ان کے رستہ ہی خیالات منتشر ہوتے ہیں۔ پس خیالات کی رَو کو بند کرنے کے لئے ان پر پانی ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بات تجربہ سے ثابت کی گئی ہے۔ کہ ان اعضاء پر پانی ڈالنے سے خیالات کی رَو جو ان سے نکل رہی ہوتی ہے۔ بند ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح خیالات کی رَو رُک جانے سے سکون کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب سکون حاصل ہو جائے۔ تو توجہ قائم ہو جاتی ہے۔ اور خیالات پراگندہ نہیں رہتے۔ پس وضو میں توجہ قائم رکھنے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ بشرطیکہ وضو کرتے وقت یہ خیال بھی رکھا جائے۔ کہ پراگندہ خیالات کو روکنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔

یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ انسان اگر کوئی اہم کام کر رہا ہو جس نے اس کی ساری توجہ کو مبذول کر رکھا ہو۔ تو اسکا اثر اس کام کے ختم ہونے کے بعد بھی رہتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی بہت ضروری کام میں مشغول ہو۔ یا کوئی دلچسپ مکالمہ سُن رہا ہو تو اس کے ختم ہونے کے بعد بھی اسکا دماغ ان واقعات کو دُہراتا رہیگا۔ اس حالت میں اگر وہ شخص بغیر وضو کے نماز میں کھڑا ہو جائے۔ تو وہی خیال نماز کے پہلے حصہ میں اس کے دل میں آتے رہیں گے۔ اور نماز کو فاسد کر دینگے لیکن اگر وہی شخص چند منٹ وضو کرنے میں صرف کریگا۔ تو وہ خیالات تھوڑی دیر آکر اعضاء پر پانی ڈالنے سے بند ہو جائیں گے۔ اور اس طرح اس کی نماز ناقص نہ ہونے پائے گی۔

غرض وضو نماز میں توجہ قائم رہنے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ ممکن ہے وضو میں اور بھی حکمتیں ہوں۔ جو میرے ذہن میں نہ آئی ہوں۔ مگر عاجز نے اپنی سمجھ اور ادراک کے مطابق وضو کے فوائد لکھ دیئے ہیں۔ جن سے احباب فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اور مخالفین کے اعتراضوں کا جواب دے سکتے ہیں۔ اگلے نمبر میں ہم انشاء اللہ نواقض الوضو کی فلاسفی پر دلچسپ بحث کرینگے۔

دُعا احباب دُعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالےٰ عاجز کو فلسفۂ شریعت کو سمجھنے اور آپ لوگوں تک پہنچانے کی توفیق دے۔ آمین:۔

ویدک دھرم میں نجات ناممکن ہے

(از حافظ سلیم احمد خان صاحب ہادی متعلم احمدیہ کالج قادیان)

لیکھرام۔ "ہر ایک آدمی نجات چاہتا ہے۔ اور ہر ایک مذہب کی علت غائی بھی یہی ہے۔ کہ اسکے ذریعہ سے لوگوں کو نجات ہو۔ لیکن انصاف یہ ہے۔ کہ کم لوگ ہیں۔ جن کو نجات کے ذریعے معلوم ہیں اور تھوڑے ہیں جو نجات کے واسطے کوشش کرتے ہیں۔ اور ایسے ہادی بھی کم ہیں جن کو سیدھا اور سیدھا راستہ نجات کا معلوم ہو یا جن کی خود بھی نجات ہوئی ہو۔ کیونکہ اکثر مذاہب کے اصول ہی ایسے ہیں۔ جن سے کسی طرح نجات ہو نہیں سکتی لوگوں میں بھیڑیا دھسان یا اندھیر پرم پرا یا جاہلانہ تقلید کا پرچار بہت زیادہ ہے اور یہی سبب ہے کہ تقلید پرستی نے دنیا کے بڑے حصے کو ضلالت میں ڈالدیا۔ نجات[1] لفظ اصل میں سنسکرت زبان کا ہے۔ مگر اسوقت عام لوگ اسے عربی جانتے ہیں" سنسکرت میں اس کے معنی ہیں دوبارہ جنم میں نہ آنا یا اواگون سے رستگاری۔ عربی میں نجات کے معنے ہیں۔ نجات بفتح رستگاری (از بہار عجم و کشف و قاموس و صراح) و ناجی بکسر جیم رستگار از عقوبت و نجات یا بندہ و صاحب (از غیاث) سنسکرت میں اس کے واسطے دوسرا لفظ مکتی یا موکھش یا نروان پدہے معنے سب کے ایک ہیں۔ اب ہم بتلاتے ہیں۔ کہ مکتی سادھن کے وسائل کیا ہیں۔ یہی پرشن (سوال) کسی نے سوامی جی مہاراج سے کہا تھا۔ وہ اوتر (جواب) دیتے ہیں۔

(پرشن) مکت اور بندھ کن باتوں سے ہوتا ہے (اُتر) پرمیشور کی آگیا پالنے (یعنی خدا کے احکام بجالانے سے) ادھرم و دیا کو سنگ کو سنکا (بُری صحبت اور بُرے خیالات) بُرے ویسنوں (بد چلنی عیاشی) سے الگ رہنے (سے) اور ست بھاشن (یعنی سچ بولنے سے) پرو پکار (رفاہ عام کے کام کرنے) و دیا ادھیکت (علم سے متصف ہونے سے) پکشپات (تعصب و طرفداری) رہت نیائے دھرم کی برد ھی (اشاعت) کرنے پورو کت پرکار سے (یعنی مذکورہ بالا طریق سے) پرمیشور کی استتی پرارتھنا اوپاسنا ارتھات یوگ ابھیاس کرنے و دیا پڑھنے پڑھانے اور دھرم سے پورشارتھ کر گیا کی اُنتی (ترقی) کرنے سب سے اوتم سادھنوں (عمدہ وسائل) کو کرنے اور جو کچھ کرے۔ وہ سب پکشپات رہت نیائے۔

---

[1] یہی پنڈت لیکھرام اپنی کلیات کے صفحہ ۴۷۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ "نجات چونکہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اسواسطے اسکے وہ معنی ہمارے خیال میں آریہ دھرم کے انکول ٹھیک نہیں"۔ مگر یہاں فرماتے ہیں۔ کہ نجات لفظ اصل میں سنسکرت زبان کا ہے۔ مگر عام لوگ اسے عربی جانتے ہیں"۔ خوب کیا لکھتے ہیں۔ آپ خود بھی عامی بن گئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عامیانہ پن سے کبھی کچھ لکھ دیا۔ کبھی کچھ۔ پس یہ صریح تناقض ثبوت ہے۔ پنڈت جی کے عامیانہ پن کا۔ علاوہ ازیں نجات کی تعریف اور معنے کرکے دائمی نجات کا ہی فیصلہ کر دیا۔ جبکہ اسکے معنی ہیں دوبارہ جنم میں نہ آنا یا اواگون سے رستگاری۔ تو دائمی نجات ثابت اور تناسخ باطل شد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(یعنے تعصب سے الگ ہو کر) دھرم انوسار ہی کرے ایتادی سادھنوں مکتی (یعنے اوپر بتائے ہوئے وغیرہ طریقوں سے نجات ہوتی ہے) وپریت (برعکس برخلاف) ایشور آگیا بھنگ کرنے۔ (یعنی خدا کے احکام توڑنے سے) آدی کاموں سے جیو کا بندھ (یعنے جنم میں آنا) ہوتا ہے۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۶۱ و کلیات آریہ مسافر صفحہ ۶۶۱ احمدی)۔ یہ ہیں نجات کے وسائل جو پنڈت دیانند نے وید دل سے لکھے ہیں۔ خط کشیدہ الفاظ کو ناظرین زیر نظر رکھیں۔ کہ "اور ایسے ہادی بھی کم ہیں۔ جن کو سیدھا اور سچا راستہ نجات کا معلوم ہو یا جن کی خود بھی نجات ہوئی ہو۔"

میں انشاء اللہ ابھی آگے چلکر ثابت کرونگا۔ کہ ایسے "ہادی جن کو سیدھا اور سچا راستہ نجات کا نہیں معلوم ہوا۔ اور جن کی خود بھی نجات نہیں ہوئی۔" یہی پنڈت لیکھرام اور پنڈت دیانند ہیں۔

سو واضح ہو کہ پنڈت دیانند کے بتلائے ہوئے نجات کے وسائل میں سے پہلا ذریعہ "پریمیشور کی آگیا پالن" یعنے ایشور کے احکام بجا لانا ہے۔ خدا کی فرمانبرداری کرنا اس کے سوائے کسی کی پرستش اور پوجا نہ کرنا۔ اب جب ہم ان دونوں کی لائف پر نظر دوڑاتے ہیں۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دونوں اپنی ابتدائے عمر اور جوانی کے زمانہ میں بت پرستی وغیرہ کرتے رہے۔ اور بقول خود شرک و کفر اور ضلالت میں مبتلا رہے۔ پنڈت دیانند کے متعلق تو سب کو معلوم ہے۔ کہ وہ بھنگ چرس وغیرہ منشی اشیاء کا استعمال کرتے رہے۔ اور بت پرستی بھی کی۔ جیسا کہ انہوں نے خود اپنی سوانحعمری میں اسبات کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"بدقسمتی سے اس جگہ مجھے ایک بڑا عیب لگ گیا۔ یعنی مجھ میں بھنگ کے استعمال کی عادت ہو گئی۔ یہانتک کہ بعض اوقات اس کے اثر سے میں بالکل مدہوش ہو جایا کرتا تھا۔"

یہ اس زمانہ کا حال ہے۔ جبکہ پنڈت دیانند ۳۲ سال کے نوجوان تھے۔ اور چنڈال گڑھ میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ بڑھاپے میں بھی آپ تمباکو پیا کرتے تھے۔

اب لیجئے پنڈت لیکھرام صاحب کو یہ اپنی نسبت لکھتے ہیں۔

"طبیعت ورطۂ حیرانی میں پھنسی رہی۔ اور انہی ایام میں بت پرستی کی سوجھی۔ (سوجھی کیا۔ یوں کہیئے کہ بت پرستی کی) برسوں کرشن جی اور مہادیو کی پوجا سے سروکار تھا۔ اور انہیں کو اپنا مالک اور پروردگار جان کر جبہ سائی ہوتی رہی۔ بیماری کے دنوں میں کئی بار خانقاہوں سے مرادیں مانگنی پڑیں اور بارہا دیوتاؤں سے ملتجی ہوا۔"

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۲)

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ دونوں بزرگ "پریمیشور کی آگیا پالن" کے خلاف کرتے رہے۔ اور سوامی جی نے خود لکھا ہے۔ کہ "ایشور آگیا بھنگ کرنے" سے یعنی ایشوری آگیا توڑنے سے انسان کی نجات نہیں ہوتی۔ پس ان دونوں کی نجات اور مکتی نہیں ہوئی۔ اور نہ ہو گی۔ کیونکہ گناہ اور پاپ کسی صورت سے معاف نہیں ہو سکتے۔ یہ آریوں کا اصول ہے۔

پھر نجات کے وسائل میں سے ایک "ست بھاشن" یعنے سچ بولنا ہے۔ سوامی جی نے اسکے بھی خلاف کیا۔ ملاحظہ ہو پنڈت لیکھرام اور منشی آتما رام کی لکھی ہوئی دیانند کی سوانحعمری صفحہ ۱۱۔ سوامی جی کہتے ہیں۔ کہ "دیو سنجوگ سے تیسرے پہر راتری کے تین بجے پیچھے پہرہ دار بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ میں اس سے پیشاب کے بہانہ سے بھاگ کر آدھ کوس پر ایک باغیچہ کے مندر کی چوٹی میں ایک بڑ کے درخت کے سہارے چڑھ کر جل کا لوٹا ساتھ لیکر چھپ کر بیٹھ گیا۔"

یعنے سوامی جی پیشاب کا جھوٹا بہانہ کر کے بھاگ نکلے۔ خوب ست بھاشن پر عمل کیا۔ (واہ رے میرے شیر کیا کہنے) اور پھر جب ان کے والد نے آکر پکڑا تو جھوٹ بولکر کہدیا۔ کہ میں تو گھر جانے کو تیار ہی تھا۔ میں تو دوسروں کے بہکانے سے چلا آیا تھا۔ یہ صریح جھوٹ ہے۔

پھر سوامی جی کے بتلائے ہوئے مکتی سادھنوں میں سے ایک "پکشپات رہت نیائے" یعنی تعصب و طرفداری سے الگ رہنا ہے۔ متعصب نہ ہونا۔ انصاف کو کام میں لانا۔ مگر پنڈت لیکھرام کی نسبت خود آریوں کو اقرار ہے۔ کہ وہ نہایت متعصب انسان تھا۔ چنانچہ کلیات کے دیباچہ میں منشی رام صاحب (شردھانند) لکھتے ہیں۔

"ویدک دھرم کے ساتھ خاص پریم نے اُنہیں (لیکھرام کو) ویدک دھرم کے حق میں کیسقدر متعصب بنا دیا تھا۔ اور ایسے وقت میں (یعنے تعصب کی حالت میں) وے دوسروں کی کمزوری کے لئے اُنہیں (یعنی کمزوروں کو) معاف کرنے کے قابل نہیں رہتے تھے۔ فریق مخالف پر بعض اوقات سخت سے سخت حملے کر دیا کرتے تھے۔"

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پنڈت لیکھرام نہایت متعصب انسان تھا۔ فریق مخالف پر تعصب کی وجہ سے جا و بیجا سخت سے سخت حملے کر دیا کرتا تھا۔ پس نجات یا مکتی کے لئے جن باتوں سے متصف ہونا ضروری ہے۔ وہ نہ پنڈت دیانند میں پائی جاتی ہیں۔ نہ لیکھرام میں۔ کیونکہ مکتی حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہے۔ کہ انسان پکشپات سے علیحدہ ہو۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام اپنی کلیات کے صفحہ ۲۷۲ پر لکھتے ہیں۔

"اس لئے نجات کا حصول کرنا ایشور کی آگیا کو مانتے ہوئے یعنے ایشور کے بنائے ہوئے حکموں کو جو تمام دنیا میں عالمگیر ہیں۔ اور جن پر شروع دنیا سے آجتک اور آج سے مہاپرلے تک ہر ایک غیر متعصب کی روح (ضمیر) ساکھشی (شاہد) ہے۔ اسلئے نجات وہ پھل ہے۔ جو انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے شُبھ کرموں کے بعد گیان کی پراپتی ہو کر ایشور اوسے عنایت کرتا ہے۔"

پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ متعصب انسان مُکتی پانے کے قابل نہیں۔ اور یہ ثابت ہے کہ پنڈت لیکھرام بھی متعصب تھا۔ اور پنڈت دیانند جی بھی سخت متعصب تھے۔ گورو اور چیلا دونوں میں یہ وصف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اسلئے پنڈت لیکھرام کی طرح ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ جب دیانند اور لیکھرام ایسے تھے۔ تو اسواسطے وہ نجات کے مستحق نہیں۔ اور جب ان کی نجات نہیں ہوئی تو دیگر لوگ کس طرح نجات پا سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ویدک دھرم میں نجات ناممکن ہے۔ اس مذہب میں نہ کسی نے نجات پائی اور نہ آیندہ کوئی پا سکتا ہے۔ جب لیکھرام اور دیانند جیسوں نے نجات نہیں پائی۔ اور مُکتی سے محروم رہے تو اور کون نجات کا دعوےٰ کر سکتا ہے۔

پس جیسا کہ پنڈت لیکھرام نے لکھا ہے۔ کہ "ایسے ہادی بھی کم ہیں۔ جن کو سیدھا اور سچا راستہ نجات کا معلوم ہو یا جن کی خود بھی نجات ہوئی ہو" وہ یہی حضرات ہیں۔ جن کو نہ سیدھا اور سچا راستہ نجات کا معلوم ہوا اور نہ جن کی خود نجات ہوئی ہے۔

بھگت کبیر لکھنوی اور دیوداری اٹاوی

(از مدیر اکبیر الدین احمدی صاحب احمدی لکھنوی)

کیا میں اظہار مافی الضمیر

بکنے بکتہائے صغیر و کبیر

ارباب رحیم کی خدمت میں مدعا نگار ہوں کہ آج ایک رسالہ موسومہ دافع اوہام مصنفہ پنڈت پرشوتم است دیوداری میری نظر سے گذرا۔ اس رسالہ کے مصنف نے اُنہیں اعتراضوں کو نقل کیا ہے۔ جن کے جوابات بہترین صورت میں ہماری طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔ اور مولوی صادق حسین صاحب مختار اٹاوہ نے تو ایسی خیر و خوبی کے ساتھ پنڈتوں اور مجتہدوں کو سمجھایا ہے۔ کہ جس کو اہل علم جانتے ہیں۔ اسلئے ان کے جوابات کی طرف میل خاطر کرنا طامات نگاری ہوگی۔ پس بہ سبیل جنریل یہی مناسب ہے کہ دیوداری صاحب لکھنؤ تشریف لاویں۔ اور جن اعتراضات کو انہوں نے دافع اوہام میں لکھا ہے۔ اوس پر تحریری مباحثہ ہم سے کر لیں۔ یہ مباحثہ انہیں شرطوں کے زیر تحت ہوگا۔ جن کو مصنف مذکور نے خود اظہار فرمایا ہے۔ اس مباحثہ کا انتظام اور حفظ امن اور مصارف آمد و رفت مصنف مذکور ہمارے ذمہ ہوگا۔ پنڈت جی صاحب ہمارے مہمان ہونگے۔ ہم ہر طرح سے نیاز آگین ہوں گے۔

(بھگت کبیر)

اور اگر بوجہ ضعف پیری و لاغری پنڈت جی صاحب اپنے کو اس سفر کا مستحق نہ سمجھتے ہوں تو ہم کو انہیں شرائط کے ساتھ اٹاوہ طلب فرمائیں ہم بحمایت پروردگار حاضر ہونگے۔ (کبیر)

کبیر آ کے اٹاوہ میں نغمہ بیل ہوگا۔
ہر ایک فقرۂ تقریر بر محل ہوگا۔
عیاں فصاحت لفظی و معنوی ہوگی
بری عیوب سے ہر نقطے بدل ہوگا۔
کسی سے کھل نہ سکا ہو جو عقدۂ مشکل
ہمارے ناخن تدبیر سے وہ حل ہوگا

غرض یہ امر تو میرے پہلے سے خاطرنشان ہے۔ انسان کی خواہش اس کی امید کے موافق برآنا دشوار ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ نہ پنڈت جی لکھنؤ تشریف لائیں گے اور نہ مجھکو اٹاوہ طلب فرمائیں گے:۔

اسلئے انسب ہے۔ کہ آپ کے اُس اعتراض کیطرف نظر ڈالوں جو پنڈت جی کی عدم واقفیت سے جناب ابوالبرکات صاحب دہلوی پر آپنے رسالہ مذکور کے آخری ٹائٹل پیج پر کیا ہے۔ ناظرین پنڈت جی صاحب۔ جناب ابوالبرکات صاحب کو تحریر فرماتے ہیں۔

خط مرسلہ آپ کا پہنچا۔ اشتہارات میں حضرت کا القاب گرامی حضرت علامہ سید وغیرہ تحریر ہے۔ اور پھر یہ شعر آپ کا تحریر کردہ پڑھا ؎

حواس ندارد کمند ہُوا
کھول دے کھڑکی لگن دے ہوا

علامہ دھر آپکو کس معنی میں کہوں۔ بہ اعتبار قابلیت تو یہ حال ہے۔ کہ جہاں یائے وحدت ہونا چاہیئے وہاں سین کو کسرہ ہے۔ بلفظ

پنڈت جی صاحب حواس جمع حاثہ کی ہے۔ اسکے سین مہملہ پر یائے تحتانی کے صرفہ کو یائے وحدت کہنا پنڈت جی صاحب کے خالص دماغ کی پیداوار کا اختراع ہے۔ یا سیمرغ کا انڈا۔ اہل فارس کی یہ ترکیب نہیں۔ ہاں اگر کسی ہندو نژاد شمل مرزا قتیل یا مادھو رام وغیرہ نے اس ہنجار کو اختیار کیا ہے۔ تو دشواری ثبوت کی بہم رسانی کا بار جناب پنڈت پرشوتم صاحب پر ہے۔ فارسیوں کا یہ دستور نہیں یائے معروف چند معنوں میں صرف کرتے ہیں مثلاً (۱) یائے نسبتی ہے۔ جیسے لاجوردی۔ ہجری وغیرہ (۲) یائے لیاقت ہے۔ جیسے کشتنی و رفتنی (۳) یائے متکلم ہے۔ جیسے صائب کہتا ہے۔

تو سیدۂ نورچشمی آفتاب آں صفحۂ دوراں

مہ تو قبلہ گاہی خواند آں محراب ابرو را

(۴) یائے فاعل ہے جیسے کفایتی و غوغائی وغیرہ۔
(۵) یائے مفعول ہے۔ جیسے مہری اور انتخابی۔
(۶) یائے تشبیہی ہے۔ جیسے نظامی فرماتا ہے ؎

زاغ بفرق ہمائے کند ۔ سرکہ رسد پیش تو پائے کند۔

(۷) یاء مبالغہ ہے۔ جیسے فہامی۔
(۸) یائے توصیفی ہے۔ کہ جو کا بند بیان صلہ کے بعد آتی ہے ؎

قاتلے خون مرا ریخت کہ در روز جزا
نظر از نامہ سیاہ گامۂ محشر نکند

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۹) یائے تنکیر ہے ؎

در خرابات مغاں نیست چو منے شیدائی

(۱۰) یائے تخصیص ہے۔ ؎

بہ نگاہے شدہ خرسند زبستاں کیسے

(۱۱) یائے شرط و جزا کے لئے ہوتی ہے ؎

گر امروز بروے خداوند جاہ
نکروے خود از کبر دروے نگاہ

(۱۲) یائے تمنا ہے ؎

چہ بودے کہ یامے درین کارگل
بگیسے فرو رفتی از کام دل

(۱۳) یائے وحدت ہے۔ جو صرف بمعنی واحد کے آتی ہے۔ کہ جو مجہول اور ملحق نکرہ ہوتی ہے معرفہ اور جمع پر نہیں آتی۔ اور اگر بعد ہائے مختفی کے لاتے ہیں۔ تو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں۔ دیکھو سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

یکم روز بر بندۂ دل بسوخت

مگر پنڈت جی صاحب جمع پر یائے وحدت لانا جائز فرماتے ہیں۔ لیکن اگر کلام کی خوبیوں پر پنڈت جی کو عبور ہوتا۔ تو جناب علامہ سید ابوالبرکات پر آپ معترض نہ ہوتے۔ (کبیر)

نظم

نہ جیتے گا کبھی تقریر علم و بحث حکمت میں
مرید حضرت عیسےٰ ہوں کیا ہے بوعلی سینا

عجائب خانۂ گیتی ہے سیر و دید کے قابل
کہاں گوش شنیدن ہیں کہ ہر ہیں دیدۂ بینا

ضعت تصحیف } یعنے تغیر نقاط سے دوسرا لفظ بنالینا جیسے جعد مشکین سے چعد مسکین بنالیں۔ اسی طرح سے حواس ندارد کمند ہوا کے مصرع کو بہ تغیر نقاط لکھا تو اس طرح پڑھا جائیگا ؎

جواسِ نداز د کمند ہوا

جواس یا جوس کے معنی ہیں۔ کہ درمیان سرائے کے قیام پذیر ہونا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لجاسوا خلال الدیار۔ پس مصرع کے یہ معنی ہوئے۔ کہ اے بے بنیاد جگہ کے رہنے والے کب تک پیچ و خم کی آواز کو اپنی نفسانی خواہش سے نکالے گا۔ کیونکہ کمند دراصل خمند تھا۔ جس کے معنے خم و پیچ کے ہیں۔ دیکھو جواہر الحروف پس آپکا اعتراض محل اعتراض نہیں رہا۔

ضعت فوق النقاط } وہ مصرع یا عبارت جس کے سب نقطے اوپر ہوں بدیں ضعت حواس ندارد کمند ہوا قابل تحسین ہے۔ جس کے کسی حرف کے نیچے نقطہ نہیں۔ حواس کے ساتھ یائے تحتانی نہ لانے کا سبب اسی ضعت کا دریہ ہے۔

تجاہل المعارف } اس ضعت کے زیر قواعد کسی شئے سے دیدہ و دانستہ بے خبری کا اظہار ہوتا ہے۔ پس رسم ترقیم بزبان ٹکسال مشہور عامیانہ ہے۔ نہ بزبان فارسیان وہ ہے۔ کہ مصرع میں ایک لفظ

ضعت خیفا } یا کلمہ معجمہ ہو اور ایک مہملہ۔ پس حواس کا لفظ مہملہ اس کے آگے کا لفظ ندارد معجمہ اور اسکے آگے کا لفظ کمند معجمہ اور اس کے آگے مہملہ ہے۔ پس مصرع پر دار و گیر کرنا بے خبری ہے۔ اب پنڈت جی صاحب مادھو رام کی روح سے دریافت کیجئے۔ اس کی انشا میں تو ان باتوں کا کہیں تذکرہ ہی نہیں ہے۔ پھر آپ کا سرمایۂ اعتراض کس آزاد کی تقویت پر مرتفع ہوا ہے۔

ترفع عددی } اس ضعت کے لحاظ سے ارتفع مراتب حروف مطلوبہ کا مرتبہ درجہ احاد سے درجہ عشرات میں اور درجہ عشرات سے درجہ مئات میں اور درجہ مئات سے مرتفع ہو کر مقام الوف میں شمار متصور ہوتا ہے۔ مثلاً جیسا کہ لفظ حواس کا ہے۔ اسکے حروف ح و ا س ہیں۔ جس کے عدد اسطرح پر ہوئے ح ۸ ۔ و ۶ ۔ ا ۱ ۔ س ۶۰۰ ۔ بین جملہ عدد سات سو پچاس ہوئے۔ اب ان اعداد کے حروف بنا کر اس سے دوسرا لفظ بنانا چاہیئے۔ یعنے پہلا عدد اسکا ۸۰ اسی ہے۔ جس کا حرف ف ۸۰ ہوا۔ دوسرا عدد ۶۰ کا ہے۔ جس کا حرف س ہوا۔ تیسرا عدد ۱۰ ہے۔ جس کا حرف ی ہوئی۔ چوتھا حرف ۶۰۰ کا ہے۔ جس کا حرف خائے معجمہ ہے۔ لہذا ان کل حروف۔ ف۔ س۔ ی۔ خ حرفوں کا مجموعہ سخیف ہوا۔ کہ جس کے معنے مرد سیکسار اور تنگ ظرف کے ہیں۔

پس لفظ حواس میں کسرہ لگانے سے مخاطب کی پستی کی طرف اشارہ تھا۔ دوسری خوبی اسی ضعت کی ضمن میں یہ ہے۔ کہ اگر لفظ سخیف کی تصحیف کی جائے۔ تو لفظ سف بالفتح و تشدید فا بمعنی رفتار مرغ اور لفظ یخ بالفتح اس غبار کے آتا ہے۔ جس سے برف جمتی ہے یعنی بے حقیقت چیز جس کے پڑنے سے مرغ اپنی پانگ کو بھول کے سمٹ کر چلنے لگتا ہے۔ سو یہ پنڈت جی صاحب کی کیفیت کا اظہار تھا۔ جس کو آپ نے اپنی عدم واقفیت سے عمدہ مدائح کو محل اعتراض بنایا۔ اور علامہ ابوالبرکات صاحب دہلوی کی خوبیوں کو کس دریہ پائمال کیا ہے۔

نظم

نئے نئے ہیں تصور نئے نئے ہیں خیال
نئے نئے ہیں تکلم نئے نئے ہیں مضمون
کہیں ہیں لمعۂ برقِ تجلی انوار
کہیں ہے جلوۂ مہرِ منور گردوں
نقاب دور ہے ہر چند روئے لیلیٰ سے
کہاں سے لائے مگر کوئی دیدۂ مجنوں
میری نگاہ سے کر ضعتوں کا نظارہ
مشاہدہ ہو جو نیرنگ دہر بوقلموں

فاروق :- آئندہ ایسے مضامین درج اخبار نہ ہونگے۔ کیونکہ یہ عام دلچسپی کا موجب نہیں ہیں۔ (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسیحی صاحبان سے ایک ہزار ایک سوال

حل طلب

اس عنوان کے نیچے ۶۰ سوال چھپ چکے ہیں۔ ابتک کسی پادری صاحب نے ان لاجیل سوالات کے جواب دینے کی سعی نہیں کی سوائے ایک صاحب بنام ڈبلیو۔ ایس۔ ولیمس کے جن کا خط پشاور سے آیا ہے۔ اور وہ صرف سوالات نمبر ۲۵۔ نمبر ۲۶ کے جوابات دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسواسطے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ۶۱ واں سوال لکھنے سے قبل ولیمس صاحب کے خط کا جواب شائع کر دیا جائے۔ معلوم نہیں ایڈورڈس ہائی اسکول کے یہ ولیمس صاحب دیسی عیسائی ہیں یا ولایتی۔ اور پادری ہیں۔ یا لسن شیٹ یا کاٹھی گسٹ۔ مگر ان کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیسی ہیں۔ اور جیسا کہ عموماً گورے پادری اپنے شاگرد دیسی اصحاب کو غفلت اور ناواقفی سے نکالنے کی بہت ہی کم کوشش کرتے ہیں۔ ایسا ہی ہمارے نامہ نگار صاحب جن کو ہم ان کے القاب اور خطابات سے ناواقف ہونے کے سبب سردست صرف مسٹر ولیمس کے نام سے ہی پکار سکتے ہیں۔ تاریخ عیسائیت اور بائبل سے ناآشنا معلوم ہوتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ یسوع صاحب اور اس کے حواری رسولوں اور انجیل نویسوں کے وہم وخیال میں بھی تثلیث اور کفارہ کے مسائل نہ تھے۔ ان کا ذکر انجیل میں کہاں۔ یہ تو سب تیسری صدی عیسوی کی کونسلوں اور کمیٹیوں کی اختراعات ہیں۔ پھر تثلیث کا لفظ انجیل میں ہو تو کہاں سے ہو۔ لیکن مسٹر ولیمس متی۔ لوقا۔ اور یوحنا کی اناجیل میں سے اُنتالیس حوالے مختلف مقامات کے دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ ان میں تثلیث کی تعلیم ہے۔ ہمارا دعوے تو یہ تھا۔ کہ کوئی پادری صاحب انجیل میں سے تثلیث کا صرف لفظ ہی دکھا دیں۔ تو انعام لیں۔ اُس لفظ کو تو مسٹر موصوف دکھا نہیں سکتے۔ بلکہ فرماتے ہیں۔ "آپ لفظ تثلیث پر کیوں اتنا زور دیتے ہیں"۔ صاحب من ہم تو اس پر کچھ زور نہیں دیا چاہتے ہیں۔ بلکہ مسیح کی طرح۔ کیوں کہ اس کے ساتھ ہم سچی محبت رکھتے ہیں۔ ہم تو تثلیث کا نام بھی لینا نہیں چاہتے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ تثلیث کا مفہوم کسی آیت سے نکل سکتا ہے۔ یہ آپ کی خوش عقیدگی ہے۔ خود یورپ امریکہ میں جہاں سے مسٹر ولیمس نے عیسائیت سیکھی ہے۔ آج کل بھی ایسے فرقے موجود ہیں۔ جو اس انجیل کو پڑھتے ہوئے اور اپنے آپ کو عیسائی پکارتے ہوئے مسئلہ تثلیث کے منکر اور سخت مخالف ہیں۔ جیسا کہ فرقہ مسیحی یونی ٹیرین۔ نیو تھاٹ۔ ہائر لائف۔ سپر چولسٹ چرچ وغیرہ۔

جو اُنتالیس حوالے مسٹر ولیمس نے لکھے ہیں۔ ان کو ہمنے بغور دیکھا ہے۔ اور پڑھا ہے۔ ان میں کہیں تثلیث کا لفظ بحرف۔ ت ث۔ ل۔ ی۔ ث موجود نہیں۔ مگر ممکن ہے۔ کہ مسٹر ولیمس کو کوئی ایسی بائبل مل گئی ہو جس کے دیکھنے کا ہم کو اتفاق نہ ہوا ہو۔ کیونکہ اناجیل اور بائبل کے حصے آئے دن نئے نئے نکلتے رہتے ہیں۔ اور تراجم میں کچھ تغیر وتبدل اور تحریف وتنسیخ بائبل ترجمہ کمیٹی کرتی رہتی ہے۔ اسواسطے مسٹر موصوف سے گذارش ہے۔ کہ وہ اپنی بائبل لیکر انجمن احمدیہ پشاور کے رکن قاضی محمد یوسف صاحب کو مسجد احمدیہ پشاور میں تثلیث کے الفاظ دکھا دیں۔ اگر انہوں نے دیکھ لئے اور اپنا تصدیقی خط لکھ کر بھیجدیا۔ تو ہم بخوشی تمام مسٹر موصوف کو اپنا شایع کردہ انعام ارسال کر دینگے۔ ہرگز اس میں التوا نہ ہوگا تشفی رکھیں۔

مسٹر موصوف نے ہم سے یہ بھی سوال کیا ہے۔ کہ ہم حق کی تلاش کرنے والے ہیں۔ یا کہ نکتہ چین۔ بجواب گذارش ہے۔ کہ ہم پراٹسٹنٹ ہیں پراٹسٹنٹ کے معنے ہیں۔ اعتراض کرنے والا اور نکتہ چینی کرنیوالا۔ بلکہ ہم مومن مسلمان ہیں۔ ہمارا کام ہی جہاں حق مل جائے فوراً اس کو قبول کر لینا ہے۔ نکتہ چینی کرنا تو پراٹسٹنٹوں کا کام ہے۔ جنہوں نے اپنا نام ہی پراٹسٹنٹ یعنی نکتہ چین رکھوایا اور مشہور کیا ہے۔ برخلاف اس کے ہم مومن ہیں۔ مسلمان ہیں۔ یعنے سچائی کو مان لینے والے اور قبول کرنے والے۔

سوال نمبر ۲۶ کے جواب میں بھی مسٹر ولیمس وہی طریق اختیار کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ رسولوں نے جو کہا ہے۔ کہ مسیح منجی ہے۔ مگر ہمارا سوال تو یہ ہے۔ کہ کیا مسیح نے خود بھی ایسا فرمایا ہے۔ رسولوں کے فرمانے کی کیا بات ہے۔ رسولوں میں سب سے بڑے تو پطرس صاحب تھے۔ جنھوں نے یسوع کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ میں اس لعنتی کو نہیں جانتا۔ اور انہیں میں پولوس رسول بھی ہیں جو ہمیشہ یسوع کی زندگی میں اس کے مخالف رہے اور اسکو گالیاں دیتے رہے۔

غرض ہمارا سوال رسولوں کے متعلق نہیں خود یسوع کے متعلق ہے۔ اگر یسوع نے کہیں کہا ہو۔ کہ میں منجی ہوں۔ تو مسٹر ولیمس مہربانی کر کے وہ الفاظ بائبل میں سے نکال کر ہمکو دکھائیں

افسوس ہے۔ کہ ولیمس صاحب نے ہمارے مطالبہ کے مطابق کوئی لفظ بھی بائبل میں سے نہیں دکھایا۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ بائبل سمجھنے کے واسطے ضروری ہے۔ کہ کوئی مسیحی آپ کا رہبر ہو۔ جب بائبل اردو میں ہے۔ اس کی عبارت کو ہر ایک اردو خوان سمجھ سکتا ہے۔ تو پھر کسی مسیحی کی رہبری کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ ہماری رائے میں مسیحوں کو چاہیئے۔ کہ بائبل کسی مسلمان سے پڑھیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ مسلمان مانے والے ہیں۔ اور یسوعی پراٹسٹنٹ (نکتہ چین) ہیں۔ امید ہے۔ کہ ولیمس صاحب اپنی تحریر پر دوبارہ غور فرماویں گے۔

دیوبندی گجرات میں

(از برادرم عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی)

گجرات میں ابھی مناظرہ (مابین احمدی غیر احمدی) کے آثار باقی تھے۔ اور لوگوں کے دلوں پر کالنقش فی الحجر تھا۔ کہ واقعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ بند نہیں ہوگی۔ خدا کی رحمت کا دروازہ مسدود نہیں ہوا۔ بلکہ خدا تعالیٰ ویسے ہی انعام خیر الامت پر کرتا ہے۔ اور کرتا رہیگا۔ جیسے اس نے منعم علیہ گروہ پر کئے۔ لوگ اس بات کو محسوس کر رہے تھے کہ واقعی جماعت احمدیہ کے مناظروں کے مقابلے میں غیر احمدی مناظر کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ اس لئے خلافت کمیٹی کے کارکن اس کوشش میں تھے۔ کہ کسی طرح مولوی سید عطاء اللہ شاہ صاحب گجرات میں تشریف لاویں۔ اور پھر مکرر مناظرہ ہو۔ اسی مضمون کے کچھ آرٹیکل اخبار زمیندار میں بھی نکلے تھے۔ لیکن جناب مولوی صاحب مذکور کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام انی مھین من اراد اھانتک اچھی طرح یاد تھا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے مقابلہ پر امرتسر میں بیہودہ سرائیاں کرنیکا واقعہ بھولا نہ تھا۔ اور وہ پھر اس کے نتیجہ سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ پس انہوں نے گجرات میں بغرض مناظرہ تشریف لانے کی جرأت نہ کی۔ بلکہ اخبار زمیندار کے وہ الفاظ جن کو پڑھ کر ایک باغیرت انسان کو غیرت آتی ہے۔ سُنکر بالکل خاموش رہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گجرات میں ایک ہلچل تھی۔ اور لوگ تسلیم کرتے تھے کہ واقعی مناظرہ میں جماعت احمدیہ کامیاب و کامران ہوئی۔ انہیں ایام میں ۲۶ر جون کو اعلان کیا گیا۔ کہ ۲۷ر کو مولوی انور شاہ صاحب دیوبندی تشریف لاویں گے۔ اور لیکچر بھی دینگے۔ ہمنے جب یہہ سُنا۔ تو ہم کارکنین جلسہ کے پاس گئے۔ اور ان سے دریافت کیا۔ کہ کیا مولوی صاحبان کی آمد کی غرض گجرات میں جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنا ہے۔ یا لوگوں کو وعظ و نصیحت۔ اگر جماعت احمدیہ کی مخالفت کی غرض ہے۔ تو ہمیں قبل از وقت اطلاع دیجاوے۔ تاکہ ہم مناظرہ کا انتظام کر سکیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ مولوی اللہ شاہ صاحب اور مولوی محمد شبیر صاحب تو کسی فرقہ کے برخلاف کچھ نہیں کہتے۔ مگر مولوی مرتضےٰ حسن صاحب دربھنگی جماعت احمدیہ کے برخلاف لیکچر دیا کرتے ہیں۔ مگر وہ یہاں تشریف نہیں لا رہے۔ اسلئے تسلی رکھیں۔ مگر جلسہ کے دن خلاف توقع دربھنگی صاحب موصوف بھی گجرانوالہ سے تشریف لے آئے۔ اور پہلا اجلاس جامع مسجد میں ہوا۔ سب سے پہلے مولوی انور شاہ صاحب دیوبندی سٹیج پر تشریف لائے۔ اور کچھ لیکچر دیا۔ جو کہ یہاں بیان کرنے کے قابل نہیں۔ آپ کے بعد "نٹھامر تضےٰ" کھڑا ہوا۔ اور حسب معمول ڈینگیں مارنے لگا۔ ممبر پر آتے ہی کہنے لگا۔ "قادیانی اور اہلقرآن کافر ہیں"۔ پھر بہت عرصہ اہلقرآن کی نسبت نغمہ سرائیاں کرتا رہا۔ صرف ایک فقرہ یہاں لکھ دیتا ہوں۔ کہنے لگا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص نبی نہ مانے تو پھر قرآن شریف خدا تعالیٰ کا کلام نہیں رہتا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ آریہ۔ یہودی۔ عیسائی وغیرہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتے۔ تو کیا دیوبندی ان سب کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ واقعی قرآن شریف کلام الٰہی نہیں ہے۔

یہ عجیب بات ہے۔ کہ جو لوگ قرآن شریف کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ انہیں مسلمان بلکہ علماء کرام کے گروہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ سچ ہے **و علماء ھم شرٌ من تحت ادیم السماء** (مشکوٰۃ) جس حالت میں یہ لوگ قرآن شریف کے متعلق یہہ خیال رکھتے ہیں۔ وہ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق کچھ بکواس کریں۔ تو قابل درگذر ہیں۔ اس کے بطلان ایک کتاب نکالی جس کا نام شاید "مسیلمۃ الکذاب فی الضنجاب تھا" اور سے جماعت احمدیہ کے سامنے پیش کیا۔ اور مسیلمہ کذاب کے الفاظ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول مسیح موعودؑ کے متعلق استعمال کئے۔

اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ آیا اس وقت دربھنگی گجرات پنجاب میں تھا یا نہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ مسیلمہ کذاب کا خطاب اوسے نہ دیا جاوے وہ خود مسیلمہ کذاب تھا۔ کہ وہ مسیح محمدی کے برخلاف بکواس کر رہا تھا۔

یاد رہے۔ کہ یہ الفاظ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق قطعًا استعمال نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب خدا کے ایک نبی کے مقابلہ میں تھا۔ پس اس وقت تک یہ الفاظ صحیح نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں آپ ہی کے زمانے میں کوئی کاذب نبی کھڑا نہ ہو۔ ہاں مثیل مسیلمہ کذاب وہ شخص ہو سکتا ہے۔ جو رسول اور نبی کا مخالف ہو۔ پس دربھنگی اس وقت اپنے حق میں خود ڈگری لے رہا تھا۔ کہ واقعی وہی مثیل مسیلمہ کذاب ہے۔ اور اسوقت پنجاب میں آیا ہوا ہے۔ تاکہ مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کرے۔ او بوالہوس ہو تجھکو مبارک یہ ٹائٹل

اس کے بعد اس نے جماعت احمدیہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ جسے جماعت احمدیہ گجرات نے ان کے دوسرے اجلاس کے شروع ہونے سے پہلے

(باقی آئندہ) (مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا چیلنج مناظرہ منظور" کے ذریعہ منظور کر لیا۔ اشتہار جلسے میں تقسیم کر دیئے گئے۔ اور خاکسار سیج پر بکثرت مولوی صاحبان کو دیئے گئے۔

اشتہار کا مضمون یہ تھا

آج بتاریخ ۲۰ جون ۱۹۲۵ء بعد نماز عصر مولوی مرتضےٰ حسن صاحب نے دوران تقریر میں جماعت احمدیہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ جماعت احمدیہ گجرات اس چیلنج کو منظور کرتی ہے۔ اور التجا کرتی ہے۔ کہ مولوی صاحب موصوف بعد تصفیہ شرائط ہم سے مناظرہ کریں۔"

یہ اشتہار دوسرے اجلاس کے پریذیڈنٹ کے پاس موجود تھا۔ جب جلسہ شروع ہوا تو ہمارا خیال تھا۔ کہ اب ہمارے اشتہار کا جواب دیا جائیگا۔ مگر مولوی مرتضےٰ حسن صاحب باوجود وعدہ کرنے کے سٹیج پر تقریر کرنے کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ اور مولوی محمد شبیر صاحب لیکچر دینے کے لئے سٹیج پر آئے۔ دو تین گھنٹہ تک لیکچر دیتے رہے لیکن ہمارے چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور سکوت کر کے تسلیم کر لیا۔ کہ واقعی وہ جماعت احمدیہ کے مقابل پر نہیں ٹک سکتے۔ اور ان کے تمام چیلنج محض لوگوں کو دکھانے اور وقت ٹہلانے کے لئے ہوتے ہیں۔ طبل بلند بانگ دبا طن ہیچ۔ کے اور کوئی نتیجہ نہیں رکھتے۔

دوسرے دن مولوی صاحبان گجرات سے چلتے بنے۔ اور اپنے فرار کا اقرار اپنے پچھلوں کے لئے چھوڑ گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

فتاویٰ احمدیہ

سوال نمبر ۲۸ کیا میں اپنے فوت شدہ رشتہ داروں کی طرف سے مسجد احمدیہ لنڈن میں چندہ دے سکتا ہوں۔ اور ان کو کچھ ثواب پہنچیگا۔ یا نہیں۔

علاوہ ازیں اگر وقتاً فوقتاً میں ان کی طرف سے کچھ دوں تو جائز ہے۔ یا نہیں۔

میری بیوی میری عدم موجودگی میں فوت ہو گئی ہے۔ اس کا مہر میرے ذمہ ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

جواب نمبر ۲۸ اگر آپ کے رشتہ دار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کرنے سے پہلے فوت ہو گئے ہیں۔ یا اس وقت سے پہلے فوت ہو گئے ہیں۔ جبکہ حضرت اقدس نے نمازیں وغیرہ علیحدہ نہیں کیں۔ تو آپ ان کی طرف سے چندہ دے سکتے ہیں۔ اور ان کو ثواب بھی پہنچے گا۔ اور اگر بعد میں فوت ہوئے ہوں جبکہ ان پر حجت پوری ہو گئی ہو۔ اور نمازیں وغیرہ علیحدہ پڑھنے کا حکم ہو گیا ہو۔ اور انہوں نے اس قدر مخالفت کی ہو۔ کہ فلما تبین له انه عدو لله کے مصداق ہو گئے ہوں۔ تو پھر ان کی طرف سے آپ چندہ نہیں دے سکتے۔

بیوی کا مہر آپ کے ذمہ قرض ہے۔ یہ رشتہ داروں پر تقسیم کیا جاوے۔ اس میں آپ کا بھی ۱/۴ حصہ ہے۔ باقی وارثوں کی تفصیل آپ لکھیں گے۔ تو مفصل جواب ارسال ہو گا۔

(المفتی سید سرور شاہ صاحب)

س نمبر ۲۹ کیا پوتا دادا کا وارث ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ جبکہ اس کا والد موجود ہو۔ اور ایسا ہی دوہتا نانا کی جائیداد کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں۔

ج نمبر ۲۹ پوتا دادا کے مال کا وارث اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ نانا کا کوئی اور وارث نہ ہو۔

(المفتی سید محمد سرور شاہ صاحب)

س نمبر ۳۰ ایک عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر آوارہ ہو گئی۔ اور ایک شخص کے گھر آباد رہی۔ دو تین ماہ کے بعد اس کے خاوند کو معلوم ہوا۔ تو اسنے دعویٰ کر دیا۔ لیکن دعویٰ کر کے وہ عدالت میں حاضر نہ ہوا۔ بوجہ عدم پیروی مقدمہ داخل دفتر ہو گیا۔ اس کے بعد ابتک اسنے نہ اسکو نان و نفقہ دیا اور نہ خبر گیری کی۔ نہ طلاق دی۔ نہ مقدمہ کی پیروی کر کے فیصل برآمد کرائی۔ یک لخت کہیں روپوش ہو گیا۔ سنا جاتا ہے کہ اسنے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ اور زندہ ہے۔ وہ عورت جس کے گھر میں اب موجود ہے اس مرد سے ایک دو بچے بھی ہو گئے ہیں۔ اب وہ اس سے نکاح شرعی کرنا چاہتا ہے۔ تو کیا فتویٰ ہے۔

ج نمبر ۳۰ جہاں وہ آدمی یعنی عورت کا پہلا خاوند آبکل رہتا ہے۔ وہاں اسکو عورت کی طرف سے نوٹس دلایا جائے۔ کہ اتنے عرصہ کا نان و نفقہ دیا جاوے اور آئندہ کے لئے یا طلاق دیوے یا نان و نفقہ ارسال کرتا رہے۔ اس نوٹس کے بعد اگر تین ماہ تک وہ کوئی جواب نہ دیوے۔ اور نہ نان و نفقہ ارسال کرے تو وہی نوٹس کی رسید عدالت میں پیش کر کے نکاح ثانی کی اجازت حاصل کر لے۔ اور دوسرا نکاح کرے۔

(المفتی سید سرور شاہ صاحب)

اللّٰھُمَّ اشف انت الشافی

جوہر شفائے زندگی

یہ خشک معجون ہے۔ جس کا تجربہ دس سال سے کیا گیا ہے۔ پرانا بخار و کھانسی۔ خشک یا تر بلغم۔ خون آتا ہو۔ سل کے کیڑوں کو فنا کرتا ہے۔ تپ دق کو جس سے حکیم و ڈاکٹر بھی عاجز ہوں۔ مرد و عورت سب کو یکساں مفید۔ قیمت بہایت کم جو سو روپے کو بھی مفت۔ فی تولہ عرق علاوہ محصول ڈاک جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے۔

حکیموں کو بھی اسکا مطب میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ہوتا ہے۔

المشتہر

ایس عزیز الرحمٰن۔ قادر بخش انجینئر قادیان